ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۶/ اگست ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول ﷺ

کسی مسلمان کو کافر مت کہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو کفر کا رجوع دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور ہوتا ہے۔ اگر واقعہ ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ اس نے کہا (تو وہ کافر ہوتا ہے) ورنہ کفر قائل کی طرف لوٹ آتا ہے (بخاری ومسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے)

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ "حَارَ" رَجَعَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو کافر یا خدا کا دشمن کہہ کر پکارا اور وہ ایسا نہیں ہے تو کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ بخاری ومسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(ف) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ منہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا اور وہ بدستور محفوظ رہتا ہے لہٰذا کسی کو کافر کہنا کچھ ہنسی مذاق نہیں ہے بلکہ بڑی ذمہ داری کی بات ہے یہ کلمہ معمولی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں ہے یا کافر (اے کافر) ایک ندائیہ کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے لیکن بے محل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

مبالغہ نہ کرو

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ "اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ: اَلْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ "المتنطعون" (مبالغہ کرنے والے) ہلاک ہو گئے (مسلم) لفظ "المتنطعون" وہ حضرات جو ہر کام میں مبالغہ کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّهُ يَنْبَغِيْ اَنْ لَا يَتَكَلَّمَ اِلَّا اِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا، وَهُوَ الَّذِيْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ وَمَتٰى شَكَّ فِيْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ فَلَا يَتَكَلَّمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو خیر کی بات کرنی چاہیئے یا پھر خاموش رہے (بخاری ومسلم) امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بیان میں صریح ہے کہ نہ بولنا واجب اور ضروری ہے مگر جب گفتگو میں خیر اور بھلائی ہو اور وہ وہی کلام ہے کہ جس کے بیان میں کوئی (خاص) مصلحت موجود ہو اور جس وقت مصلحت کے ظاہر ہونے میں شک وشبہ ہو تو پھر کلام نہ کرے۔

جدید تعلیم کے برگ و بار

آج سے چالیس پچاس برس قبل اگرچہ بے روزگاری تھی لیکن اتنی شدید نہ تھی جیسے آج ہے۔ انگریزوں کے ملک سے چلے جانے کے بعد اس کی جانشین حکومتوں کو اور اثاثہ جات کے علاوہ ورثہ میں بھاری بے روزگاری بھی ملی۔ ابنائے وطن نے برسر اقتدار آنے کے بعد ملک کی صنعتی و زرعی ترقی کے لیے بھاری بھرکم منصوبے بنائے، اور ہر طرف منصوبہ بندی کی دھوم مچ گئی لیکن ابھی صحیح معنی میں اس نظامِ تعلیم میں بنیادی تبدیلی نہ لائی جا سکی۔ جو ملک میں بھاری بے روزگاری کا موجب بنا ہوا ہے۔ چنانچہ آج بھی گورے آقاؤں کا مسلط کیا ہوا طریقۂ تعلیم ہر سال اپنے تناسب سے ملک میں بے روزگاری، بھوک، افلاس، اور خطرناک جرائم میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ بقول ایک معاصر کے "یہاں تک کہ آج بے روزگاری اس قدر خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے کہ اس کا مقابلہ جوئے شیر لانے سے کم نہیں"۔ اس تلخ حقیقت کو اکبر کے حسنِ بیان نے کچھ ایسا داد عطا کر دیا ہے کہ یہ بات موجودہ نظامِ تعلیم کے چوکھٹے پر بہت چسپت بیٹھتی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہیں عمل اچھے مگر دروازۂ جنت ہے بند
کر چکے ہیں پاس لیکن نوکری ملتی نہیں

خطبہ جمعہ

موت یقینی ہے

یہ چند روزہ زندگی عمل کے لیے ہے

دنیا ان لوگوں کے تابع ہوگئی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی تابعداری کی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ!
امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَعْمٰی ۝ (طٰہٰ ۱۲۴)

اور جو کوئی منہ پھیرے گا میری یاد سے سو بیشک اس کی معیشت تنگ ہو گی اور ہم قیامت کے روز اسے اٹھائیں گے اندھا کر کے۔

آج کی کمیٔ معاش اور بے اطمینانی ذکر اللہ کی کمی کا نتیجہ ہے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ چشمۂ فیض و برکات مجلس ذکر ہے جو ہر جمعرات کو بعد از نماز مغرب منعقد ہوتی ہے۔ قمری مہینے کی ہر پہلی جمعرات کو مجلس ذکر میں آیت کریمہ کا وِرد ہوتا ہے۔ سو اس میں مقصود اصلاح نفس ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد تھا کہ دلوں کی اجڑی ہوئی تاریک دنیا کو خدائے وحدہ لاشریک کی یاد اور اس کے پاک نام کے ذکر کے نور سے آباد کیا جائے اور دنیا معرفتِ حق حاصل کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں) اور فرمایا کہ میرے بعد تیس جھوٹے دجال ہوں گے جو نبوت کا دعوے کریں گے۔ یہ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور مسیلمہ پنجاب مرزائے قادیانی سب کذابوں، دجالوں کے اسی شیطانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ

"یہ سرزمینِ پنجاب زرخیز بھی ہے اور فتنہ خیز بھی" برصغیر کے اسی صوبے میں فتنہ انکار حدیث اور فتنہ انکارِ ختم نبوت کے بانی پیدا ہوئے۔ جہاں کانٹے ہوں وہاں پھول بھی ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اسی لاہور کے متعلق فرمایا تھا قطب البلاد۔ ان اکابر نے جب دین کی دعوت شروع کی تو ان کی سب سے پہلی پکار تھی کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ یعنی انہوں نے اللہ کے خالق و مالک اور قادرِ مطلق ہونے کا دنیا کو پیغام دیا۔ اور بتایا کہ مال و دولت اور جاہ و اقتدار یہ سب کچھ دنیا ہے جس کو بہرحال فنا ہو جانا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ سلاطین، اربابِ سیم و زر اور اصحابِ اقتدار اور شوکت و سلطنت کے مالک سب چلے گئے

یہ رواں عدم کو ہے کارواں
چلے جا رہے ہیں کشاں کشاں
کوئی قید پیر و جواں نہیں

موت کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔ فرعون اور قارون جیسے لوگ نہ رہے جنہیں دولت اور اقتدار کے نشہ نے اندھا کر رکھا تھا۔ اور وہ خدا کو بالکل بھول گئے تھے۔ فرعون نے تو اپنی خدائی کا دعوے کیا تھا وہ بھی مر گیا۔ اللہ تعالےٰ نے آنے والی نسلوں کی عبرت کے لیے فرعون کی لاش قیامت تک کے لیے محفوظ کرا دی۔ جو آج بھی مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہے۔ نمرود جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام وعلیٰ نبیّنا کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ لوگوں کی زندگی اور موت اس کے قبضہ میں ہے وہ بھی چلا گیا۔ یہاں کسی کو بھی ہمیشہ نہیں ٹھہرنا۔ ع۔ "ثبات اک تغیّر کو ہے زمانے میں"

یہ زندگی جو چند سالوں، چند مہینوں، چند دنوں بلکہ پتہ نہیں کتنے لمحوں کی ہے یہ عمل کے لیے ہے۔ اس کو ٹھیک کر لیا جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور جن لوگوں نے اپنی اس چند روزہ زندگی کو خدا اور اس کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کے تابع کر لیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پھر دنیا ان کے تابع ہو گئی۔ دنیا کی ہر طاقت کا غرور انہوں نے پاؤں تلے روند ڈالا۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں نے ان کی عظمت و بزرگی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ علامہ اقبالؒ نے انہی کے بارے میں کہا ہے ؎

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

دنیا دنیا ہے جو بے وفا ہے یہ کسی سے وفا نہیں کرتی۔ جن کے دل دنیا کی خوشنمائی میں اٹک گئے وہ اس شخص کی تعریف کرتے ہیں اور اسی کے پیچھے چلتے ہیں جس کے پاس دنیا ہو جب دنیا ان سے چھن جائے تو یہ دنیا پرست بھی ان سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔

بھٹو صاحب ایوب خاں کو باپ کہا کرتے تھے لیکن اس وقت تک جب تک کہ ایوب خاں کے پاس اقتدار تھا اور اس اقتدار سے بھٹو صاحب بھی مستفید ہو رہے تھے جب ایوب خاں کا انتقال ہوا تو بھٹو صاحب کو یہ توفیق بھی نہ ہو سکی کہ وقت نکال کر اس شخص کی نماز جنازہ ہی پڑھ لیں جسے وہ کسی وقت ڈیڈی کہا کرتے تھے۔ یہ اخلاق کی بلندی نہیں پستی کا مظاہرہ ہے۔

بہرکیف ہماری ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی تمام بیماریوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم ان کے علاج کی فکر کریں۔ کسی طبیبِ حاذق اور ذاکر کے پاس جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے ادویات پیدا کی ہیں۔ اسی طرح روحانی امراض کے لیے دوائیں پیدا کر دی ہیں۔ روحانی امراض کا علاج کرنے والے ڈاکٹر اور طبیب اہل اللہ ہیں۔ جو اللہ کا ذکر سکھاتے ہیں اور تزکیہ کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی ہی وہ دولت ہے جس سے دل مطمئن ہو سکتے ہیں ورنہ دلوں کی تنگی اور گھٹن بڑھتی جائے گی۔ زندگی تنگ ہو گی کہ اس میں خیر داخل نہ ہو اور یہ تنگی قبر کی تنگی تک جاتی ہے اور خدا فراموش لوگ قیامت کے دن اندھے اٹھائے جائیں گے کیونکہ دنیا میں انہوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت سے آنکھیں خود بند کر لی تھیں۔

اللہ تعالےٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اور ہر وقت اپنی یاد کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

شراب اور جُوا صرف ہمارے معاشرے تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ ایک عالمگیر مرض ہے اور ہر دوار اور ہر قوم کے افراد اس میں مبتلا رہے ہیں۔ قمار بازی دراصل ایک نفسیاتی مرض ہے۔ کہ جس میں اگر جواری جیت گیا تو دولت کی ہوس میں اس کو اور بڑھانے کی دُھن سوار ہو جاتی ہے۔ اور اگر نقصان ہُوا تو اس کی تلافی کا خبط ذہن پر چھا جاتا ہے۔ اور قدیم ہندوستان کے بادشاہ یودھسترا (YUDHISTHIRA) کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اس نے اپنی تمام مال و دولت اور سلطنت جوئے کے داؤ پر لگا دی۔ حتیٰ کہ اپنے بھائیوں کو بھی اور پھر اپنی بیوی اور اپنے آپ کو جوئے کے داؤ کی نذر کر دیا۔
مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے ؎

زر خود روالہ شیدا کند
خاصہ مفلس راکہ خوش رسوا کند

کہ دنیا میں انسدادِ مے نوشی کی سب سے بڑی انجمن خود اسلام ہے۔ اس کے برخلاف ہماری یورپین تجارت کے قدم جہاں جہاں پہنچتے جاتے ہیں مے نوشی، بدکاری اور لوگوں کی اخلاقی پستی بڑھتی چلی جاتی ہے — اور جہاں تک جوئے کا تعلق ہے۔ اسلام نے اس کی بھی شدید مخالفت کی ہے۔ آکسفورڈ کے ڈی ایس مارگولاؤتھ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ کہ عرب میں اس (انسدادِ مے نوشی اور قمار بازی) نبی (محمّد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اصلاحی اقدامات میں سے سب سے زیادہ قابل تعریف اور مقبول ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا)

اطلاع

۲ اور ۹ جولائی کا پرچہ اکٹھا شائع کیا گیا تھا قارئین ۹ جولائی کا پرچہ الگ نہ طلب فرمائیں
(ناظم)

اللہ کے پاک نام کا ذکر

فتنوں سے بچنے کیلئے ڈھال ہے

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ العالی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج

اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوطی سے پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ ہمیں ایمان نصیب فرمایا اپنی یاد اور اپنے بزرگ و برتر نام کے ذکر کی توفیق بخشی یہ ہمارے کمال یا ہمارے اختیار اور کوشش کی بات نہیں بلکہ یہ سعادت خالصتاً من جانب اللہ ہے۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایمان وہ دولت ہے جس کا عوض کوئی شئے نہیں بن سکتی۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اگر مشرق و مغرب کی حکومتیں مل جائیں اور ان کی ساری دولت جمع کر لی جائے پھر بھی ایک سچے ایمان کی قیمت ادا نہیں کی جا سکتی۔ دُنیا کی دولت، جائیداد، کاروبار، مکان، رشتہ داریاں، ظاہری تعلقات دنیا ہی میں رہ جانے والی ہیں بسا اوقات دیکھا یہ گیا ہے کہ یہ چیزیں دنیوی زندگی ہی میں بے وفائی کرتی اور ساتھ چھوڑ جاتی ہیں اور پھر ان پر بھروسہ کرنے والا اور ان کی محبت پر اعتماد کرنے والا شخص بغلیں جھانکتا رہ جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی ایک نہ ایک روز ختم ہو جانے والی ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے جس نے یہ سب کچھ بنایا اور ہمیں زندگی بخشی ہے۔

میں نے ایک آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے پہلے بھی کئی بار اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے لیکن قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک حرف کا فیض قیامت تک جاری رہیگا علماء ربانی نے ہر دَور میں قرآن کی تشریح و تفسیر میں دنیا کو علم و حکمت کے خزانوں سے مالامال کیا ہے اس سلسلہ میں ہمارے اکابر علماء دیوبند کی خدمات تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ہمارے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ تک علماء حق کی کتنی عظیم جماعت گزر گئی جن میں سے ہر ایک نے قرآن و سنت کی تبلیغ و اشاعت اور قرآن و حدیث کی تدریس و تفسیر میں ایسی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور علمی دنیا میں ان میں سے ہر ایک نے وہ بلند و بالا مقام حاصل کیا ہے جس کو دنیا رشک کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ بہرحال یہ ذکر کی مجلس ہے جس میں ہم اللہ اللہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ دُور دراز سے سفر کر کے اپنے کاروبار اور معمولات چھوڑ کر یہاں آنے کا مقصد صرف اکٹھے ہو کر اللہ کو یاد کرنا اور اس کے پاک نام کا ذکر کرنا ہوتا ہے تاکہ اس پاک نام کی برکت سے دلوں کی آلودگیاں دُور ہو جائیں اور ایمان کا نور آفتاب سے بڑھ کر چمکے اور نور ایمان کی دولت سے ہم کھرے کھوٹے، اچھے اور بُرے میں فرق کرنے لگ جائیں۔ اپنے دین اور دنیا کے نفع و نقصان کو پہچان سکیں اور اس پاک نام کی برکت سے شیطان کے شر سے بچ جائیں۔ کیونکہ وہ ہمارا بڑا عیار چالاک اور خطرناک دشمن ہے اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب مل کر اور اکٹھے ہو کر مضبوطی کے ساتھ میری رسّی کو پکڑ لو، اللہ کی رسّی کیا چیز ہے؟ اللہ کی رسّی یہ قرآن مجید ہے جو نبی کریم حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کی کسی آیت اور کسی حکم میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ آج قرآن و سنت پر عمل کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے جوں جوں دنیا میں معصیت اور بُرائی بڑھ رہی ہے ایسے ہی مومنین کے لئے دین پر سختی سے کاربند ہونے کی ضرورت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور مجاہدینِ اسلام

مرسلہ: عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

محمدؐ وارث کامل

بعثتِ نبوی

یُوں تو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اہتمام کیا گیا۔ اور وہ تھے بھی سب اربابِ کمال۔ ان میں سے بعض نفوسِ قدسیہ پر صحائفِ آسمانی کا نزول بھی ہوا تھا۔ لیکن بایں ہمہ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ان کے احکامِ شریعت ایک خاص وقت اور ایک خاص قبیلہ یا قوم تک محدود رہے۔ ان کی رسالت یا نبوّت پر مہر دوام ثبت نہیں کی گئی۔ ان کی کتبِ سماویہ تحریف و تغیر کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ حتیٰ کہ ان کی سیرتوں کے نقوش بھی صفحۂ دہر سے قریب قریب محو ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ربّ العزّت نے ان کے حق میں یہ قطعی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ (مظاہر حق ج ۴ صہ ۴۶۵)

آیاتِ قرآنی سے استدلال

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۰ (قرآن ۵پ ۶ مائدہ)

ترجمہ: آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کی تکمیل کر دی۔ اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا۔

کسی نبی یا رسول کی بعثت کو مومنین کے لئے بصورت احسان نہیں پیش کیا۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

ترجمہ: البتہ اللہ نے مومنین پر احسان کیا، جبکہ اس نے انہی کی قوم سے ان میں ایک رسول بھیجا۔ جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

- ان میں سے کوئی پیغمبر دینِ غالب کا علمبردار نہیں ہُوا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون

ترجمہ: یہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، تاکہ وہ ہر دین پر غلبہ حاصل کرے۔ خواہ مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

- کسی پیغمبر کی خصوصیات میں یہ چیز داخل نہیں۔

لقد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہٗ سبل السلام ویھدیھم الی صراط مستقیم۔ (۱)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ ہر اس شخص کو جو اس کی رضا پر چلے گا، امن و سلام کی راہوں پر چلاتے گا۔ اور سب لوگوں کو اس قسم کے سیدھے راستہ کی جانب ہدایت کرے گا۔

- ایسے ماحول میں جو آیۂ ذیل کا پورا پورا چربہ تھا۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

ترجمہ، خشکی اور تری میں لوگوں کے کرتوتوں سے فساد برپا ہوگیا۔

تبلیغ

محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی دستگیری فرما سکتے تھے۔ چنانچہ حکم صادر ہُوا۔ (۱) قرآن کریم (الطبری ج ۲ ص ۲۱۶)

فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین

ترجمہ: جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس کی بجا آوری کی تکلیف گوارا کیجئے۔ اور مشرکین سے روگردانی کیجئے۔

اس کے معاً بعد اس حکم کا صدور ہوا (الطبری ج ۲ ص ۲۱۶)

انذارِ عشیرہ

وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون

ترجمہ: اور اپنے خویش و اقربا کو ڈرائیے اور مومنوں میں سے جو آپ کی اتباع کریں ان کے ساتھ منکسر المزاجی سے پیش آئیے۔ اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجئے کہ میں اس چیز سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔

صفا کی چوٹی سے اعلان

انصاف کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اس مہتم بالشان فریضۂ تبلیغ کو اول افراد اور اربابِ وطن پر عاید کیا جائے تاکہ ان کی زندگیاں گم گشتگان بادیۂ ضلالت کے لئے مشعل راہ کا کام دیں۔ اور ان کی ایثار کوشیٔ و وفا کیشی کی زندہ مثالیں زمانہ کی معصیت آلود فضا کا رُخ بدل دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبیانہ حکمت کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیا اور کوہِ صفا کی چوٹی سے بہ آوازِ بلند مندرجہ ذیل اعلان کیا۔

ارائتکم لواخبرتکم ان خیل تخرج بسفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا ماجربنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔

ترجمہ: کیا خیال ہے اگر میں تمہیں یہ اطلاع دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑی کی اوٹ سے تم پر حملہ بولنے کو ہے، تو کیا میرے قول کی تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا۔ جہاں تک ہمیں تجربہ ہے آپنے کبھی جھوٹ نہیں بولا آپ نے فرمایا میں تمہیں آئندہ کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں (ابن سعد ج ۱۔ طبری ج ۲ ص ۲۱۶)

سُورہ لہب کا نزول

اس اعلان سے کفارِ مکہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور بڑ بڑاتے ہوتے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ ابُولہب بھی اس جماعت میں تھا۔ اس نے جھلّا کر یہ کہا۔ (ایضاً ص ۲۱۶)

تبًا لک الھذا دعوتنا او جمعتنا فانزل اللہ عزوجل تبت یدا ابی لھب وتب، ما اغنیٰ عنہ مالہ وماکسب، سیصلیٰ ناراً ذات لھبٍ وامرأتہ حمالۃ الحطب فی جیدھا حبلٌ من مّسد۔

ترجمہ: تو .... ہو جائے کیا تو نے اس کام کے لئے ہمیں بلایا تھا یا اکٹھا کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اور وہ خود بھی تباہ ہو گیا۔ اس کی کمائی اور اس کا مال کچھ کام نہ آیا۔ وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی، جو ایندھن اٹھانے والی ہے یعنی دوسروں کی عیب چینی کرنے والی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسّی ڈالی جائے گی۔

دعوتِ عام کے بعد خطبہ

تبلیغ اسلام کی افتتاح ایک دعوتِ عام سے ہوئی۔ جس میں حمزہؓ، ابُوطالبؓ اور عباسؓ وغیرہ سب نے شرکت کی۔ اس تقریب کا اہتمام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے سپرد تھا۔ خاتمہ پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بیان کرنا چاہا۔ لیکن ابُولہب کی دخل اندازی سے مقصد حل نہ ہُوا۔ پھر دوبارہ دوسرے دن دعوت کا بندوبست کیا گیا۔ اس دفعہ دعوت کے اختتام پر آنحضرت صلعم نے ان الفاظ میں تقریر فرمائی (طبری ج ۲ ص ۲۱۷)

یا بنی عبد المطلب انی واللہ اعلم شاباً فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازونی علیٰ ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم قال فاحجم القوم عنھا جمیعا وقلت وانی لاحدثھم سنا وارمصھم عیناً واعظمھم بطناً واحمشھم ساقاً انا یا نبی اللہ۔ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا قال فقال القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع۔

ترجمہ: اے بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم عرب میں کوئی ایسا جوان میرے علم میں نہیں ہے جو اس چیز سے بہتر کوئی چیز لے کر آیا ہو جو میں لایا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بہتری کا پیغام لے کر آیا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دُوں۔ پس تم میں سے کون اس بارِ گراں کے اٹھانے میں میرا ساتھ دے گا۔ اور کون ہے جو میرا بھائی، وصی اور خلیفہ بن کر رہنے کو تیار ہے۔ لوگ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں) میں نے کہا، اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ اگرچہ میری آنکھیں آئی ہوئی ہیں۔ اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ تاہم اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ آنحضرت صلعم نے میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا سنو! یہ تم سب میں میرا بھائی۔ میرا وصی اور میرا نائب ہے۔ اس کی بات سنو اور تسلیم کرو۔ لوگوں نے ہنستے ہوتے ابی طالب سے کہا لو یہ حکم ہوا ہے کہ تو اپنے بیٹے کی بات کان دھر کر سُن اور اس پہ عمل کر۔

کفارِ قریش کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ صرف دو شخص نظام عالم میں انقلاب برپا کر دینے کے لئے آمادگی ظاہر کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ) کے ہنوز دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے تھے۔ دوسرے (رسُول صلعم) اگرچہ منزلِ شباب میں ہیں اور بہ اعتبار عمر رشد و تمیز کی نعمت سے بھی بہرہ یاب ہو چکے ہیں تاہم اس چیز کا امکان کہ یہ دونوں اپنی اجتماعی کوششوں سے زمانہ کی کایا پلٹ دیں گے۔ کفار مکہ کو بعید از قیاس معلوم ہوتا تھا۔ یہ سب قہقہے لگاتے ہوتے واپس ہوئے انہیں کیا خبر تھی کہ یہاں کچھ اور ہی سمائی ہے۔

حریفِ جادۂ دشوار بن اور مسکراتا جا!
کہ مشکل اصل میں بنتی ہے صرف احساس مشکل سے

اعلانِ توحید

خدا کے فضل و کرم سے جب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے بھی متجاوز ہو گئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمِ کعبہ کے صحن میں توحیدِ باری کا اعلان کیا۔ خطبہ حسبِ ذیل ہے۔

حمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ان الرائد لا یکذب اھلہ واللہ لو کذبت الناس جمیعاً ما کذبتکم ولو غررت الناس جمیعاً ما غررتکم واللہ الذی لا الٰہ الا ھو انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس کافۃً واللہ لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون بالاحسان احساناً وبالسوء سوءاً وانھا لجنۃ ابداً او لنار ابداً (سیرۃ الحلبیہ ۱: ۲۷۲، ابن کثیر ۳: ۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ آب و گیاہ کی جستجو میں جانے والا کبھی اپنی قوم سے غلط بیانی نہیں کرتا اور خدا کی قسم! اگر بفرض محال میں لوگوں سے غلط بیانی کرنے بھی لگوں تو تمہارے ساتھ تو میں پھر بھی ایسا نہ کروں گا۔ اور اگر میں خدانخواستہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کر دُوں تاہم تمہیں اس کی آنچ بھی نہیں آئے گی خدا کی قسم! اللہ کے ماسوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خاص طور پر اور تمام مخلوق کی جانب مجموعی حیثیت سے اللہ کا رسُول ہوں، خدا کی قسم! تم جس طرح سوتے

ہو، اسی طرح ایک نہ ایک دن مرجاؤ گے، اور جس طرح تم جاگتے ہو، اسی طرح قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ جو عمل دنیا میں کرتے ہو، اس کی باز پرس ہوگی۔ نیکی کی جزا اور بُرائی کی سزا ملے گی۔ بہشت ہے سو وہ ابدی' دوزخ ہے سو وہ ابدی۔

اوّلین شہادت

اس تقریر نے دھکتی آگ پر اور تیل چھڑک دیا۔ کفر کے شعلے بھڑکنے لگے ــــ چاروں طرف سے لوگوں نے آنحضرت صلعم کو نرغہ میں لے لیا حارث بن ابی ہالہؓ جو آنحضرت صلعم کے ربیب ہوتے ہیں، خبر پاتے ہی دوڑے دوڑے آئے اور چاہا کہ کفّارِ قریش کی زد سے حضور علیہ السّلام کو بچائیں۔ لیکن کہاں ایک نہتّہ اور کہاں مسلح دشمنوں کے غول' بیچارے پر اتنی تلواریں پڑیں کہ جسم لہو لہان ہو گیا اور انجام کار جامِ شہادت نوش کیا۔

حارث بن ابی ہالہؓ کی شہادت تاریخِ اسلام میں شرفِ اوّلیت رکھتی ہے۔ اس شہیدِ ملّت کے خون کے چھینٹے وہ سدا بہار پھول ہیں جو تا قیامِ قیامت پژمردہ نہیں ہوں گے۔ اور اپنی مہک سے ایثار و قربانی کے جذبات کی روشوں پر عطر چھڑکتے رہیں گے۔ یہ حارث ابن ابی حالہؓ کون ہیں؟ اُمّ المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا کے جگر گوشے ہیں۔ ابن کلبیؒ اور ابن حزمؒ کا بیان ہے کہ یہ گلستانِ خدیجۃ الکبرٰی کا نونہال رُکن یمانی کے زیرِ سایہ جاں بحق تسلیم ہوا۔ عسکریؒ نے تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کفّارِ مکّہ کو یہ پیغام دیا۔

قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحون

یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم فلاح پاؤ گے ــــــ تو کفّارِ مکّہ نے انتقامی حملہ کر دیا۔ شور و شغب کی بھنک کہیں حارث بن ابی ہالہؓ کے کان میں پڑی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اپنے مُربّی کو دشمنوں کے نرغہ میں گھِرا ہُوا پائیں اور پھر بھی اپنی ایثار پیشگی کا ثبوت نہ دیں۔ اسلام میں سب سے پہلے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

ترجمہ: اور ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے۔ یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ البتہ تم کو اس چیز کا شعور نہیں۔

کا اطلاق اسی مبارک ہستی پر ہوتا ہے۔

کون کہتا ہے کہ ہے انجام موت
زندگی کا زندگی انجام ہے

عثمان بن مطعونؓ فرماتے ہیں کہ حارث بن ابی ہالہؓ کی شہادت کے وقت ہم کل چالیس مسلمان تھے آنحضرت صلعم نے اس موقع پر ہمیں نہایت مفید نصیحتیں کی تھیں (اصابہ ج ۱ ص ۲۰۶)۔

حارث بن ابی ہالہؓ کے ایک حقیقی بھائی ہند بن ابی حالہؓ بھی تھے۔ امام حسن بن علیؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ ان سے آنحضرت صلعم کے اوصاف دریافت کیا کرتے تھے۔ ترمذیؒ۔ بغویؒ۔ طبرانیؒ نے ان کی مرویات کا تذکرہ کیا ہے۔ قال ابو عمر کان فصیحاً بلیغاً وصف النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی احسن واتقن (ایضاً ج ۶ ص ۲۹۴)

ترجمہ: ابوبکر فرماتے ہیں کہ ہند فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ نبی کریم صلعم کے اوصاف نہایت خوش سلیقگی سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

آپ معرکہ جمل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

ہند بن ابی ہالہؓ کے فرزند ارجمند کا نام بھی ہند تھا۔ اس نوجوان کا طاعون کے مرض میں انتقال ہوا۔ چونکہ اسی وبا میں کافی موتیں ہوئی تھیں اور لوگوں کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی۔ ان کے جنازہ کیساتھ سوائے چار آدمیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ ایک عورت نے چیخ مار کر کہا۔ (اصابہ ج ۶ ص ۲۹۴)

واھند بن ھنداہ وابن ربیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فازوھم الناس علی جنازۃ وترکوا موتاھم۔ ترجمہ: ہائے ہند بن ہندؓ ہائے رسول اللہ صلعم کے ربیب کے لختِ جگر تیرا کوئی بھی پرسانِ حال نہیں۔ اس پر لوگ اپنے مرے ہوؤں کو چھوڑ چھاڑ

قرآن مجید

اتحادِ ملّی کا خُدائی پیغام

عبد الرحمٰن لدھیانوی

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(سورہ آل عمران پ ۴ - ع ۲ - آیت ۱۰۳)

ترجمہ: مسلمانو! سب مل کر خدا کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

شانِ نزول

انصارِ مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے درمیان اسلام سے قبل سخت دشمنی اور عداوت تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا۔ جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ 'بُعاث' کی مشہور جنگ ایک سو بیس برس تک رہی۔ آخر پیغمبرِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت پر اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو (جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے) ملا کر شیر و شکر کر دیا۔ اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیے۔ مدینہ کے یہودیوں کو ان دونوں حریف خاندانوں کا آپس میں اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شمّاس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بُعاث کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے۔ چنانچہ اُس نے مناسب موقع پا کر بُعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سُلگ اٹھیں ــ زبانی جنگ سے گزر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپؐ نے فرمایا:-

"اے گروہِ مسلمین! اللہ سے ڈرو۔ میں تم میں موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی۔ اسلام سے مشرّف کیا، جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا۔ کیا ان ہی کفریات کی طرف پھر لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے۔"

اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اوس اور خزرج نے ہتھیار پھینک دیے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے۔

ہر مسلمان کے دل میں خدا کا ڈر ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ تمہیں چاہیے کہ انہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔

اے مسلمانو! تم سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو۔ جو خدا کی مضبوط رسّی ہے۔ یہ رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے، کوئی شیطان شر انگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال ہو جائے گی۔

قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں ۔اور ایک مردہ قوم، حیاتِ تازہ حاصل کرتی ہے۔ لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء اہواء کا تختۂ مشق بنا لیا جائے۔ بلکہ قرآنِ کریم کا مطلب وہی ہوگا۔ جو احادیثِ صحیحہ اور سلف صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی برکت سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔

یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔ تم کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارہ پر کھڑے تھے۔ کہ موت آئی اور اس میں گرے۔ خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایمان وایقان کی روشنی سینوں میں ڈالی۔ حق تعالیٰ کی ان عظیم الشان دینی اور دنیوی احسانات کو یاد رکھوگے تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جاؤگے۔

یہ باتیں اس قدر کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستہ پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک اور خطرناک غلطی کا پھر اعادہ نہ کرو۔ کسی شیطان کے اغوا سے استقامت کی راہ نہ چھوڑو۔

تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد واتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات۔ یہ سب چیزیں اس وقت تک باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد کے لیے قائم رہے اس کا وظیفہ یہی ہو کہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سُست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے اس وقت بھلائیوں کی طرف متوجہ کرے اور برائیوں سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح مت بنو۔ جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچانے کے بعد محض اوہام و اہواء کی پیروی کرکے اصولِ شرع میں متفرق اور فروع میں مختلف ہوگئے۔ آخر فرقہ بندیوں نے ان کے مذہب وقومیت کو تباہ کر ڈالا۔ اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آگئے۔

افسوس! آج مسلمان کہلانے والوں میں بھی سینکڑوں فرقے شریعتِ اسلامیہ کے صاف، صریح اور مسلّم و محکم اصول سے الگ ہوکر اور ان میں اختلاف ڈال کر اس عذاب کے نیچے آرہے ہیں تاہم اسی طوفانِ بے تمیزی میں اللہ اور رسولؐ کے وعدہ کے موافق ایک عظیم الشان جماعت بحمداللہ خدا کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کے مسلک پر قائم ہے۔ اور تا قیامِ قیامت قائم رہے گی۔

(حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ)

وحدتِ انسانیت

اے مسلمانو! خدا نے تمہیں ایک ہی جامعۂ انسانیت دیا تھا لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لیے۔ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ تمہاری نسلیں الگ الگ ہیں۔ اس لیے تم نسل کے نام پر ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ تمہارے وطن بہت سے بن گئے ہیں اس لیے اختلاف وطن کے نام پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں، تمہاری قومیں بیشمار ہیں اس لیے ہر قوم دوسری قوم سے دست و گریباں ہو رہی ہے۔ تمہارے رنگ یکساں نہیں اور یہ بھی باہمی نفرت اور دشمنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ تمہاری زبانیں مختلف ہیں اور یہ بھی ایک دوسرے سے جدا رہنے کی ایک بہت بڑی حجت بن گئی ہے۔

ایسی حالت میں بتاؤ کہ وہ رشتہ کون سا ہے جو اتنے اختلافات رکھنے پر بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دے۔ قرآن کہتا ہے کہ صرف ایک ہی رشتہ باقی ہے اور وہ خدا پرستی کا مقدس رشتہ ہے۔ تم کتنے ہی الگ ہو جاؤ لیکن تمہارے لیے خدا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ تم سب ایک ہی پروردگار کے بندے ہو اور بے شمار اختلافات رکھنے پر ایک ہی رشتۂ عبودیت میں جکڑے ہوئے ہو۔ تمہاری کوئی نسل، کوئی وطن، کوئی قومیت کوئی زبان ہو مگر یہ آسمانی رشتہ سب اختلافات مٹا دے گا۔ تم سب کے بچھڑے ہوئے دل ایک دوسرے سے جُڑ جائیں گے۔ تم محسوس کروگے کہ تمام دنیا تمہارا وطن ہے، تمام نسلِ انسانی تمہارا گھرانا ہے اور تم سب ایک ہی رب العالمین کے عیال ہو۔

اے بھائیو! اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور کوئی نام نہیں رکھا۔ مذہبی عقیدوں کی فرقہ بندیاں ایک طرف ہیں سیاسی فرقہ بندیاں، پارٹی بازی دوسری طرف ہے۔ یہ سب کچھ مذہب، خدا و رسولؐ کے نام پر، قوم کی اصلاح کے نام پر ہو رہا ہے۔

جس طرح باہمی اتحاد اور اتفاق کو اللہ تعالیٰ نے نعمت اور رحمت قرار دیا ہے۔ اسی طرح باہمی نفاق اور اختلاف کو اس نے اپنا عذاب قرار دیا ہے۔

مسلمانوں میں اختلاف اور ناانصافی کا عذاب صدیوں سے آرہا ہے اور دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی جان کا دشمن بن گیا ہے۔ آئے دن علمائے کرام پر چاقوؤں اور تلواروں سے حملے ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمان کو گالی دینا سخت گناہ ہے اور اس کے مال و عزت کی حفاظت دوسرے مسلمان پر ایسی ہی ضروری ہے جیسی اس کے خون کی حفاظت۔ لیکن اب معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا ہے۔ "خدا محفوظ رکھے اس بلا سے۔"

اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ

اے مسلمانو! کافر، منافق، مشرک، یہودی اور نصرانی سب تمہارے دشمن ہیں۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ اپنوں کے سوا کسی کو رازدار نہ بناؤ۔ یہ کافر تمہارے حقیقی خیرخواہ نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہیں پاگل بنا کر نقصان پہنچائیں اور دینی و دنیوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ ان کی خواہش اسی میں ہے کہ تم تکلیف میں رہو اور جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت اور غضب کے جذبات سے مغلوب ہوکر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ مارے دشمنی اور حسد کے ان کی زبان قابو میں نہیں رہتی۔ پس عقلمند آدمی کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن کو اپنا راز دار بنائے، وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ جڑ کاٹنے والے دشمن ہیں۔ اسلام کا عروج اور مسلمانوں کی باہمی محبت دیکھ کر یہ لوگ جلے مرتے ہیں اور فرطِ غیض و غضب سے اپنے دانت پیستے ہیں اور اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ اگر تمہاری ذرا سی بھلائی دیکھتے ہیں تو حسد کی آگ میں بھُننے لگتے ہیں۔ اور جہاں تم پر کوئی مصیبت نظر آئی تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سمائے۔

اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۔ (پ ۵۔ سورہ نساء۔ آیت ۱۰۱)

کافروں سے کسی بھلائی کی امید نہ رکھو خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو، وہ کبھی مسلمان کے خیرخواہ نہیں ہوسکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں۔ زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت کے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر اور بدباطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوست بنایا جائے؟

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (پ ۱۰ - (۸ : ۴۶)

ترجمہ: اور حکم مانو اللہ اور اس کے رسولؐ کا اور آپس میں نہ جھگڑو۔ تمہاری ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتلایا کہ کامیابی کی کنجی کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دولت، لشکر، اور میگزین وغیرہ سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی۔ ثابت قدمی، صبر و استقلال، قوت وطمانیتِ قلب،

یادِ الٰہی، خدا و رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری اور باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔

بالخصوص دورِ حاضرہ میں پاکستانی مسلمانوں کو متفق اور متحد ہو جانا چاہیے۔ انہیں سب اختلافات دل سے نکال دینے چاہئیں جبکہ بھارت پر جنگ کا بھوت سوار ہے۔ تمام عصبیات سے خالی ہو جانا چاہیئے۔ نہ کوئی ملکی اور جغرافیائی تعصب ہو، نہ رنگ و نسل کا، نہ ہی لسانی اور نہ ہی مذہبی فرقہ بندی۔ تمام اپنی اپنی ضد کو چھوڑ دیں۔ اسی طرح تمام علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ جیسا کہ ختم نبوّت کی تحریک میں ایک مثال قائم ہو چکی ہے۔ پھر کیا مجال ہے کہ دشمن تمہاری طرف بُری نظر اٹھا سکے۔

مسلمان اور کافر دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لیے کھول دیا نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں شک و شبہ ہو سکتا ہے نہ احکامِ اسلام کی تسلیم سے انقباض، حق تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی ہے۔ جس کے اجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اُڑا چلا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے۔ کبھی اُسے خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو، یونہی اوہام واہواء اور رسوم و تقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔

مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی خطرہ نہیں جب تک اُن میں خشیتِ الٰہی (اللہ کا ڈر) اور تقوےٰ کی شان موجود ہے۔ خدا تعالےٰ نے ابدی طور پر اسی دینِ اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا۔ اس لیے اب کسی ناسخ کے آنے کا کوئی احتمال نہیں۔ ایسے حالات میں تمہیں کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس محسنِ جلیل اور منعمِ حقیقی کی ناراضگی سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجات و فلاح اور کل سود و زیاں ہے۔

اے مسلمانو! دنیا کی تکلیفوں اور دشمنوں کے غلبہ سے ہرگز نہ گھبراؤ، تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰىکُمْ ط نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ o

(پ ۹ ع ۱۲)

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے اور کیا ہی خوب مددگار ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کرکے جہاد کریں۔ کفّار کی کثرت اور اسلحۂ جنگ سے مرعوب نہ ہوں۔ البتہ وہ جنگ بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے جبکہ تم کمزور تھے۔

غزوۂ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب نشان ہے نصرتِ الٰہی اور تائید غیبی کا، جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی۔ جو سروں پر کفن باندھ کر اور سب عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ، گھوڑے، مویشی اور گھروں کا کل اندوختہ پائی پائی اپنے ہمراہ لے کر آئے تھے۔ مسلمانوں کی فوج بارہ ہزار تھی ان کو اپنی کثرت پر فخر ہُوا۔ اللہ تعالےٰ کو یہ بات ناپسند آئی۔ ہوازن کا قبیلہ تیراندازی میں ماہر تھا وہ وادئ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا ہُوا تھا۔ پہلے ہی معرکہ میں کفار کو شکست ہوئی۔

"نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اللہ کے احکام کو مضبوط پکڑو۔ وہ تمہارا مالک ہے، کیا ہی خوب مالک ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے"۔

ہر کام میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو ذرا بھی قدم سیدھے رستہ سے نہ ہٹے۔ اس کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ تمام کمزور سہارے چھوڑ دو۔ صرف اسی کو اپنا مالک اور مولیٰ سمجھو۔ اس سے اچھا مالک اور مددگار کون ملے گا؟

دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنانِ خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے۔ پیش آمدہ مصائب و حادثات پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو آج بھی تم ہی معزز اور سربلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے ہو اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہوگے بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو۔ اور حق تعالےٰ کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے اطاعتِ رسول ؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے نہ ہٹو۔ تم ہی غالب رہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ مومنین صالحین کا رفیق ہے۔

دفاع ایک اہم فریضہ ہے۔ ہر شہر، قصبہ اور دیہات میں سب لوگوں کو اس میں حصہ لینا چاہیے اور باقاعدہ جنگی ٹریننگ لینی چاہیے۔ اور جان و مال کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرنا چاہیے —

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ o سن لو اللہ کی مدد قریب ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ الخ

(پ ۱۰ سورہ انفال آیت ۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑائی کے واسطے تیاری کرو۔ جو کچھ تم جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، جن سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر دھاک پڑے۔

پہلے زمانے میں سامانِ جہاد شمشیر زنی اور تیراندازی تھا۔ آج کل توپیں، بم، ہوائی جہاز اور آبدوز کشتیاں ہیں آہن پوش کروزر اور ٹینک ہیں۔ یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ o

(پ ۲۸ ۔ سورہ صف ۔ آیت ۴)

ترجمہ: اللہ اُن لوگوں کو چاہتا ہے جو اس کی راہ میں قطار باندھ کر ایسے لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اللہ جلشانہ کو سب سے زیادہ اُن لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اُس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدانِ جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے۔ اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا اس معیار پر اپنے آپ کو پرکھ لو۔

امام سعید بن جبیرؒ

علوم اسلامیہ کے امین اور جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر بن ہشّام اسدیؒ نے تابعین میں علم و فضل کا مثالی شہرہ پایا۔ آپ نے عبدالملک بن مروان اموی کی فرمائش پر تفسیر ۹۴ھ سے قبل لکھی۔ یہ قرآن کریم کی سب سے پہلی تفسیر تھی جو باقاعدہ طور پر مدوّن ہوئی۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے امام موصوف کو تمام تابعین سے متبحّر عالم قرار دیا ہے۔ آپ کی سیاسی خدمات اسی کتاب میں اپنے مقام پر آ رہی ہیں۔ حضرت سعیدؒ کی یہ تفسیر تفسیر ابن جبیر اور فرمازہ کے نام سے مشہور رہی ہے۔

مفسّرِ قرآن امام ابن جریر طبریؒ

تابعین کے بعد قرآن کریم کے سب سے بڑے مفسّر امام ابنِ جریر طبریؒ نے تین ہزار ورق پر مشتمل اور تیس جلدوں میں ایک جامع اور محقّقانہ تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر ابن جریر کے نام سے مشہور رہی ہے۔ امام موصوف کا انتقال ۳۱۰ھ میں ہُوا۔ آپ کی یہ تفسیر ہر آنے والے مفسّر کے لیے راہنما بنی۔ اس میں صحابہ کرام رضؓ کے اقوال اور تابعین کے مستند آثار نقل کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازاں لغت اور ادبیت میں بھی اس تفسیر کو بڑا مقام حاصل ہے۔

(از دیباچہ تفسیر ماجدی)

مفسّرِ قرآن امام غزالیؒ

حضرت امام غزالیؒ کی تفسیر القرآن یاقوت التاویل ہے جو ۴۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام موصوف کی سیاسی خدمات اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ موصوف کا انتقال ۵۰۵ھ میں ہُوا۔

محمد سعید الرحمٰن علوی

نشر یہ ریڈیو پاکستان لاہور
۲ رجولائی ۱۹۸۲ء
شام ۵ بجے

آیاتِ بیّنات

بعد از خطبہ مسنونہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لٰکِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۔ صدق اللّٰہ العظیم —

یہ آیت کریمہ سورۂ کہف کی ۳۸ آیت ہے - یہ مکی سُورۃ جو ۱۱۰ آیات اور ۱۲ رکوعوں پر مشتمل ہے انتہائی اہم مضامین کی حامل ہے - ہمارے سامعین اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ حضور ختمی مرتبت قائدِ انسانیتؐ محمد عربی علیہ السلام نے جب مکہ معظمہ میں صدائے لا الہ بلند کی تو معدودے چند نفوسِ قدسیہ کے سوا کوئی بھی اس مبنی بر صداقت آواز کو سُننے کے لیے تیار نہ تھا - ساری دنیا کے لیے یہ آواز عجیب و غریب تھی، لیکن اہلِ مکہ کا تو معاملہ ہی دگرگوں تھا - اُنہوں نے اپنی تمام تر قوتیں اس آواز کو دَبانے کے لیے خرچ کر دیں، لیکن مان کر نہ دیا — اس ندائے حق کو مٹانے اور دبانے کے لیے جو جو ہتھکنڈے اختیار کیے گئے ان سے ہر وہ مسلمان، بلکہ انسان واقف ہے جس کی اسلامی لٹریچر پر کچھ بھی نظر ہے - اسی میں ایک ہتھکنڈہ یہ بھی تھا کہ بعض تاریخی سوالات آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں، تاکہ آپ ان کے جوابات سے عاجز آجائیں اور ہم دنیا کو باور کرا سکیں کہ آپ دعوائے نبوّت کے باوجود عام تاریخی حقائق سے بھی واقف نہیں - اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ امّی محض تھے اور ہر نبی امی ہوتا ہے - وہ دنیا کی کسی دانشگاہ یا مکتب میں جا کر علوم و فنون نہیں سیکھتا نہ ہی اسے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ ہوتا ہے بلکہ وہ بڑی صفائی سے دنیا کو کہتا ہے کہ غیبی علوم پر نظر اللہ تعالےٰ ہی کا خاصہ ہے، لیکن وہ بہر طور عالم الغیب والشہادۃ خدائے علیم و خبیر کا نمائندہ ہوتا ہے اور جب یہ قاعدہ کہ دنیوی آقا اپنے نمائندگان کے معاملہ میں بڑے غیرت مند واقع ہوتے ہیں اور ان کی عزّت و ذلّت کو اپنی عزّت و ذلت گردانتے ہیں تو دنیا کا خالق و مربّی جو سب سے زیادہ غیرت مند ہے وہ اپنے نمائندگان کو یوں کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہے؟ علم و حکمت کے مخفی خزانوں کی مالک وہ ذات اپنے نمائندوں اور رسولوں کی بھرپور سرپرستی کرتی، انہیں علومِ عالیہ سے نوازتی اور دنیا کے مقابلہ میں ان کی سرخروئی کا اہتمام کرتی ہے اور یہ اہتمام ایسے انداز سے ہوتا ہے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے - دنیائے کفر نے یہودی دانشوروں کے سکھلانے پر آپ سے ایک موقعہ پر بعض تاریخی سوال کیے - مقصد یہ تھا کہ آپ سے جواب نہ بن پڑے گا - ہم پروپیگنڈا کرکے آپ کی نبوّۃ کا معاذاللہ ابطال کرسکیں گے — ان سوالات میں ایک سوال "روح" سے متعلق تھا جس کا جواب اس سے متصل سُورۃ بنی اسرائیل میں دیا گیا - ایک اصحاب الکہف سے متعلق تو ایک ذی القرنین سے متعلق - یہودی دانش کو اپنے علم و معلومات پر بڑا غرور تھا - اسی غرورِ علم نے انہیں یہ سوالات سکھلائے تھے اور انہوں نے نبوّتِ محمدیؐ کا بزعم خویش مذاق اڑانے کے لیے بڑا تیر مارا تھا - لیکن جونہی یہ سوال سامنے آئے "روح القدس" اپنے خالق و مالک کا اشارہ پاتے ہی آ پہنچے اور سورۃ

الکہف کی شکل میں ایسے جوابات لے کر آئے کہ مکہ کے صنادید قریش چھوڑ دانشوران یہود دنگ رہ گئے - تاہم اس موقعہ پر اس طرف اشارہ ضروری ہے جیسا کہ "مفسر ہندی" نے واضح کیا کہ سرکارِ دو جہاں نے انشاءاللہ تعالیٰ کے بغیر ان سے کل کا فرما دیا - کہ جوابات لے لینا، لیکن ایک جُملہ انشاءاللہ نہ ہونے کے سبب وحی میں تاخیر ہوئی اور پھر چند کے بعد جب وحی آئی تو جہاں ان کے سوالات کے تشفی بخش جوابات سامنے آئے وہاں خدائے قادر و قیوم نے اپنے رسول و محبوب کو یہ بھی ہدایت فرما دی کہ کل کی بات مشیتِ الٰہی سے متعلق کر دیا کریں - آیت ۲۳ - ۲۴ میں ہے:

"اور آپ کسی کام کے متعلق یوں نہ کہا کیجیے کہ میں اس کو کل کر دونگا، مگر خدا کے چاہنے کو ملا کر کہا کیجئے - یعنی انشاءاللہ کہہ دیا کیجیے -"

بہر حال سُورت مبارکہ کا بڑا حصّہ انہی دو سوالات یعنی اصحاب الکہف اور ذوالقرنین سے متعلق ہے - جنہیں مادیت کے مقابلہ میں روحانیت، اخلاقی قدروں، ایمانی قوت و عظمت کی جیت کا ذکر ہے اور یہ تبلایا گیا ہے کہ ایک شخص یا چند اشخاص کس طرح ثبات اور عزم و حوصلہ سے کام لے کر حوادث کا رُخ موڑ سکتے ہیں - ساتھ ہی کچھ دوسرے حقائق اور معارف کا ذکر ہے - جن میں سے ایک حقیقتِ کبریٰ پانچویں رکوع میں بیان کی گئی - جس کا ایک مختصر ٹکڑا یہ ہے کہ "لکنا ھواللہ ربی ولا اشرک بربّی احدا" - کہ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور مَیں اپنے رَب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا" - یہ ایک ایسے شخص کا قول ہے جو اُخروی نجات و فلاح کے لیے متاعِ دنیا قربان کر چکا تھا اور جو اپنے حقیقی بھائی یا قرابت دار کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتا تھا کہ تمہارے پاس جو دو باغ ہیں ان کی وجہ سے اکڑنا اترانا اور غرور کرنا زیب نہیں دیتا — اس نوع کی جُملہ آسائشیں وہ ڈھلتے سائے ہیں جن کا ذرہ برابر اعتبار نہیں - وہ دیکھتی آنکھوں مُنہ موڑ لیتے اور رُخ بدل لیتے ہیں - لیکن وہ شخص جو دو باغوں والا تھا اپنی کھیتی پر ایسا نازاں تھا کہ ذات باری عزاسمہٗ کا اسے ذرہ برابر احساس نہ تھا - وہ بنی اسرائیل کے سب سے بڑے دولت مند اور سرمایہ دار قارون کی طرح خدا سے یکسر غافل و نا آشنا تھا - وہ عقیدۂ توحید سے محروم، شرک کا رسیا، اپنی جان پر ظلم کرنے والا، جب بھی اپنے غریب لیکن دیندار اور صاحبِ اطمینان بھائی سے گفتگو کرتا تو اس پر اپنے مال و اولاد کی کثرت کا رعب ڈالتا - اس غریب اور شریف انسان کو نکھٹو سمجھتا، اس کا مذاق اڑاتا حتیٰ کہ یہاں تک کہہ گزرتا "ما اظن ان تبید ہٰذہٖ ابدا" کہ یہ باغ کبھی برباد بھی ہو گا؟ میں ایسا خیال نہیں کرتا — ایسا ممکن نہیں، بلکہ "وما اظن الساعۃ قائمۃ" تمہارے خیال کے مطابق قیامت قائم ہو تو ہو میرے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ اگر بقول تمہارے قیامت قائم بھی ہوئی اور خدا کی طرف لوٹنا ہوا بھی تو ان دنیوی باغوں سے کہیں بڑھ کر مجھے نعمتیں ملیں گی - گویا وہ صاحب سرمایہ تموّل ہونے کے ساتھ عقیدۂ توحید اور عقیدہ قیامِ قیامت کا بھی منکر تھا - اسے اپنی دولت و ثروت پر ناز تھا - کھیتی و جائداد اس کی سب سے بڑی متاع تھی - کارخانہ و دکان میں اس کا دل اٹکا ہوا تھا اور وہ ایک لمحہ کے لیے یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کہ ان چیزوں پر کبھی زوال بھی آ سکتا ہے؟ پر وہ غریب و مسکین جس کا اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ و مضبوط ایمان تھا - جو صرف اسی کو حاجت روا مشکل کشا اور متصرف فی الامور قرار دیتا تھا - اس کو عالم الغیب اور ہر جگہ موجود سمجھتا تھا اس کی بات ہی کچھ اور تھی اور وہ ایک لمحہ کے لیے اس کے باغ و کھیتی پر لالچ کی نظر بھی نہیں ڈالتا تھا - وہ تو کہتا تھا کہ تمہارا یہ سرمایہ تمہیں مبارک ہو، لیکن اس کھیتی کا نکھار جس ذات کریم کا مرہون ہے

اسے نہ بھولو، اسکا.. دانائے حقیقی سے اپنی تمام امیدیں قائم رکھو۔ جُھکو تو اس کے سامنے، مانگو تو اس سے، طواف کرو تو اس کے گھر کا غلاف چڑھاؤ تو اس کے گھر پر، اپنے ہاتھوں سے پتھر تراش کر انہیں معبود قرار دے لینا کم عقلی و سفاہت ہے۔ پھر دیکھو وہی ذات ہے جس نے میرے تمہارے اور ساری کائنات کے ابا کو مٹی سے پیدا کیا۔ مجھے، تمہیں گندے پانی کے بُوند سے پیدا کیا۔ حُسن و خوبصورتی سے نوازا۔ اس کا انکار اور اس کے بالمقابل تمرد و سرکشی کس طرح زیب دیتی ہے؟ گویا وہ مرد آزاد جس کے پاس ظاہری تمول و سرمایہ نہ تھا، لیکن اس کا دل آباد تھا۔ وہ مطمئن زندگی گزار رہا تھا اسے اپنے خالق و مالک کی معرفت نصیب تھی۔ وہ پیغمبرانہ دعوت کا علمبردار بن کر اپنے ایک رفیق و عزیز کو سمجھا رہا ہے اور پھر زور دے کر کہتا ہے کہ:

میاں میرا عقیدہ اور میری سوچ
یہ ہے کہ ایک خدائے حقیقی
میرا رب ہے اور اپنے رب
کے ساتھ میں کسی کو شریک
نہیں ٹھہراتا۔

اس کے ساتھ آخر کس کو شریک ٹھہرایا جائے۔ چاند، سُورج، ستاروں کو؟ جو ابھی روشن تھے تو ابھی غروب ہوگئے؟ آگ کو! جو اپنے شعلوں کے لیے غیروں کی محتاج ہے۔ پتھر کی مورتیوں کو جنہیں اپنے ہاتھوں سے تراشنا پڑتا ہے؟ کسی زندہ یا مُردہ انسان کو جبکہ وہ خود میری طرح محتاج ہے؟ بہرطور اس کے ساتھ ہی اُس نے اسے فہمائش کی کہ اپنی دُکان و کارخانہ، اپنی کھیتی و باغ میں جب جاؤ تو اللہ کو یاد کرو۔ اس کے حُسن و نکھار کو خدا کی عنایت کا ثمر جانو۔ لیکن آہ وہ برخود غلط صاحب سرمایہ و جاگیر ایک فقیر بے نوا کی بات نہیں سُنتا، اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ تاآنکہ اس کے تمام پھل ناگہانی آفت کا شکار ہوگئے۔ چاروں طرف اُجاڑ کی کیفیت نظر آنے لگی۔ اس اجاڑ اور بربادی سے اسے کوئی نہ بچا سکا۔ بقول قرآن نہ وہ خود بدلہ لینے کی پوزیشن میں تھا نہ کوئی جماعت اس کی مددگار ثابت ہوئی — اب وہ کفِ حسرت ملتا اور کہتا "یا لیتنی لم اشرک بربّی اَحدا" اے کاش مَیں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا — لیکن اب شور مچاوے کیا ہوت۔ جب چڑیا چگ گئی کھیت — قرآن عزیز کے اس سچے واقعہ نے تبلا دیا کہ دولت و سرمایہ اور کھیتی و باغ سب اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر ہیں اور جب انسان اس خالق و مالک سے روگردانی کرتا ہے اور ان دنیوی ٹھیکریوں کو اپنی متاع قرار دے لیتا ہے تو پھر قدرت کا انتقام اس پر ٹوٹ پڑتا ہے اسطرح کہ سب کچھ غارت ہو کر رہ جاتا ہے — اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے زمینی و آسمانی بلیات سے بچائے اور اپنی ذات کی معرفت نصیب فرمائے۔ آمین

بقیہ: تعارف وتبصرہ

ہماری خواہش ہے کہ کتاب بہت عام ہو۔ ہر پڑھا لکھا پڑھے۔ اور گھروں میں، مسجدوں میں، داروں میں چوپالوں اور حجروں میں اَن پڑھوں کو پڑھ کر سنائی جائے تاکہ دل کی آنکھیں کھلیں، آخرت کی تیاری ہو اور پھر آنے والے دور کی راحت بفضل اللہ تعالیٰ نصیب ہو۔ مصنف مستحق تبریک ہیں۔ خدا ان کی محنت کا ان کو عظیم اجر دے۔ سفید کاغذ کارڈ بورڈ۔ جلد معہ پلاسٹک کور کی قیمت -/۳۰ روپے۔ اعلیٰ ولایتی آفسٹ کاغذ مجلد کی ۴۵/۰۰ روپے اور سہ رنگہ ڈائی دار آفسٹ کاغذ کی قیمت ۵۵/۰۰ روپے ناشران رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جناب ناصر الدین صاحب موہنی روڈ لاہور

آج کے مادی دور کی مختلف عنایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جسے قوم پرستی کا نام دیا جاتا ہے۔ تقریباً دنیا کا ہر تاریخ نویس یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے لیڈر یا اپنے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کرائے۔ وہ اپنے ہیرو کے نام کے ساتھ "فاتح اعظم" "دنیا کا سب سے بڑا جرنیل" "جانباز سپاہی" اور اسی قسم کے دوسرے القابات لکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ذرا قومی عصبیت کی عینک کو اتار کر انصاف کے اصولوں کے مطابق جانچا جائے تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ تاریخ نگار نے یہ تمام القابات محض قوم پرستی کی وجہ سے اپنے ہیرو کو دیے ہیں۔ ورنہ اس کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ عالم اسے تاریخ میں معمولی درجہ بھی دینے سے قاصر ہے۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی کے بعد جب ہماری نظر تاریخ اسلام کے ایک غازی جس کا نام نامی، اسم گرامی خالد بن ولیدؓ ہے پر پڑتی ہے تو ہر انصاف پسند اور قومیت سے بالاتر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام کے مایۂ ناز سپوت اور سپاہی کے نام کے ساتھ "دنیا کا سب سے بڑا جرنیل" بہت معمولی درجے کا خطاب ہے۔ اس کی شجاعت و بہادری، فنون جنگ میں مہارت اور عظیم الشان فتوحات کا سکہ آج بھی ہر دوست و دشمن کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ قبولِ اسلام سے قبل اشرافِ قریش میں سے تھے۔ بدر سے حدیبیہ تک یہ تلوار اسلام کے مجاہدوں کا مقابلہ کرتی رہی لیکن جب خدائے ذوالجلال نے ان کا سینہ نورِ ایمان سے منوّر فرمایا۔ تو پھر وہی تلوار "سیف اللہ" بن کر اعداء اسلام کے سینوں میں اترنے لگی اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ وہی خالدؓ روم سے کیسے ٹکرایا اور ایران سے کیسے الجھا۔ اسلامی جذبے کی وجہ سے اس کے طوفانی حملے اور مسلسل فتوحات نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

آج بھی صدیاں گزرنے کے باوجود ان کا نام اور کام مسلمان کے قلب کو اسلامی حرارت بخشتا ہے — تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم کسی بھی عظیم فاتح کا نام لیں، سکندر ہو یا نپولین تاریخ کا انصاف پسندانہ مطالعہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ کثرت نے قلّت پر، طاقت نے کمزوری پر اور ظلم نے مظلوم پر غلبہ حاصل کیا۔ لیکن فاتحینِ عالم کی داستانوں میں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی داستانِ شجاعت میں ہمیں ایک فرق جو نمایاں معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ قلّت نے کثرت کو للکارا مظلومی ظلم پر جھپٹی۔ بے سروسامانی نے اسلحہ بارود سے ٹکر لی اور پیادہ اسلام کے غازیوں نے آہن پوش سواروں پر فتح و کامرانی حاصل کی۔

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کُل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسلامی لشکر کی کمان اس وقت سنبھالی جب اسلامی فوج کے تین جلیل القدر سپہ سالار حضرت زید بن حارثؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ علیہم اجمعین جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی قابلیت اور لاجواب شجاعت و جرأت کا مظاہرہ کیا۔ اسلام کے اس جری مجاہد کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں تقریباً سوا سو لڑائیاں لڑیں جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں بہت معمولی تھی — وقتِ جنگ ہو یا امن ہر سپہ سالار کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کی جان سلامت رہے وہ فوج کی کمان کرتا

ہے تو فوج کے سامنے نہیں آتا، وہ موت سے ڈرتا ہے لیکن اسلام کا یہ مجاہد موت سے محبّت کرتا ہے اور اسی طرح محبت کرتا ہے جس طرح دوسرا سپہ سالار زندگی سے محبّت کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالد بن ولیدؓ نے مدینہ منوّرہ میں وفات پائی۔ آپ مرض الموت میں فرماتے تھے مَیں نے عرصہ تک اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا ہے۔ مَیں نے جامِ شہادت کی ہزار بار طلب کی لیکن شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار، تیر یا نیزے کا نشان نہ ہو لیکن افسوس ہے کہ موت نے مجھے بستر پر آدبوچا۔ میدانِ جنگ میں شہادت نصیب نہ ہوسکی۔ اسلام کا یہ پہلا فرزند شہادت کی تمنّا کو دل میں لے کر اس جہان سے رخصت ہوگیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت خالدؓ نے امیرالمومنین کے احکام کی جس طرح تعمیل کی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار کوشش کرتا ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ڈال کر اپنی مرضی چلائے۔ لیکن جس مجاہد نے اپنی زندگی اللہ کے لیے وقف کر دی ہو وہ ذاتی شان و شوکت اور عروج و کمال کو ٹھوکر بھی نہیں مارتا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ملکیت سے معمولی اثاثہ بھی تاریخ ثابت کرنے سے قاصر ہے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کسی فوجی کالج میں تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ اس کے سپاہی صحرائے عرب کے غیر تربیت یافتہ چند افراد تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ کی خداداد قابلیت کو دیکھیے کہ وہ کس طرح قیصر روم اور شاہ ایران کے مسلح اور آہن پوش لشکروں کے ساتھ ٹکراتے اور کامیابی حاصل کرتے رہے۔ اپنے وطن سے کوسوں دُور دوسرے ملکوں میں بے سر و سامانی کی حالت میں رومیوں اور ایرانیوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا معجزے سے کم نہ تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ہر لڑائی میں ایک ماہر کی شان سے جنگ کے قاعدے اور نئے ضابطے وضع کیے۔ کبھی وہ صفوں کی ترتیب بدل کر دشمن کی فوجوں کو خوف زدہ کر کے فتح و کامرانی حاصل کرتے ہیں اور کبھی اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا کر فتح حاصل کرتے ہیں۔ میدانِ جنگ میں کبھی وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دشمن پر جھپٹتے کہ ہفتوں اور مہینوں کا کام دنوں اور گھنٹوں میں کر دکھایا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ انہوں نے ضرورت کے مطابق جنگ کے نئے ضابطے وضع کیے اور لکیر کے فقیر نہ بنے۔ لیکن میدانِ جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ اس مقولے کے ہرگز قائل نہ تھے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ انہوں نے چالاکی اور مکّاری کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہ دیا۔ صلح ہو یا جنگ انہوں نے ہمیشہ معاہدوں کی پابندی کی اور ایسے وعدہ وفا ثابت ہوئے کہ تاریخ عالم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وعدہ پورا کرنا، فرض شناسی و موقع شناسی بے نظیر بہادری اور ناقابل شکست اعتماد یہ تمام ایسی خوبیاں ہیں جو حضرت خالدؓ کے کردار میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ یہی وہ جذبہ تھا کہ حضرت خالدؓ نے مقصد کے حصول کے لیے کبھی بھی جان کی پروا نہ کی اور ہمیشہ شہادت کی آرزو کی، وہ ہمیشہ پہلی صف میں رہ کر دشمن پر وار کرتے۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ کم سے کم جانی نقصان سے دشمن کو شکست دی جا سکے۔ اپنے ایک سپاہی کی جان کو اپنی جان پر مقدّم سمجھا — بے غرضی اور اخلاص کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے سپہ سالار کے عہدے سے معزولی کا پیغام پہنچا تو ان کے چہرہ پر غصے کے کوئی آثار نمودار نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے اپنی سعی اور جد و جہد میں فرق آنے دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے کردار میں یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے آج ایک مخالف کو بھی یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ "خالدؓ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا"۔

مشہور یونانی رہبر کیٹو (Caton l'Ancien) نے اپنے لڑکے کو خط میں لکھا تھا کہ:

"میرے کہنے کو ارشاد پیغمبری سمجھ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور یقین جانو کہ یونانی ناقابلِ اصلاح حد تک ناکارہ ہوگئے ہیں، اگر ان کی راحت پسندی اور بانکپن نے ہم میں گھر کرلیا تو سمجھ لو کہ ہماری قوم کی قسمت پھوٹ گئی"۔

طاق عدد "سات" کی اہمیت

اسلامی نقطۂ نگاہ سے

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت فاروقِ اعظمؓ سے فرمایا کہ مَیں نے طاق عددوں پر غور کیا تو سات سے زیادہ لائق اعتماد کسی دوسرے طاق عدد کو نہیں پایا۔

اَللّٰہُ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ اللہ خود طاق ہے اور وہ طاق عدد ہی کو محبوب رکھتا ہے۔

پھر فرمایا۔ آسمان سات ہیں، زمینیں بھی سات ہیں، راتیں بھی سات ہیں، سیّارے بھی سات، وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ۔ سورہ مومنون ع۲ آیت ۱۷) (ترجمہ) اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے (آسمان) بنائے ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ۔ (سورہ طارق آیت ۱۲)

(ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں بھی بنائی ہیں۔

وَ بَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ (سورۃ النبا ع۱ آیت ۱۲) (ترجمہ) اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط چنائی چنی (یعنی سات آسمان مضبوط بنائے)

وَالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ سورہ لقمان آیت ۲۷)

سمندر سات ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا سات بار ہے۔ کعبہ کا طواف سات بار ہے۔ حج میں کنکریاں پھینکنا سات بار ہے۔ انسان کی بنیادی تخلیق سات اعضاء سے ہے۔ دو کان، دو آنکھیں، ناک کے دو سوراخ، ایک منہ۔ قرآن مجید میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔ سورۃ الحمد کی آیات سات ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ (سورہ الحجر آیت ۸۷)

ترجمہ: اور ہم نے تم کو سات آیتیں وظیفہ کی دی ہیں اور قرآن بڑے درجے کا۔

سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے۔ جہنّم کے دروازے سات ہیں۔ جہنّم کے نام سات ہیں اور جہنّم کے درجے سات ہیں۔ اصحابِ کہف سات تھے۔ سات دن کی مسلسل آندھی سے قوم عاد ہلاک کی گئی تھی۔

وَ اِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ لَھَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ۔ (سورہ الحجر۔ آیت ۴۳)

اور دوزخ ان سب کا وعدہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں۔

لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔ پھر ہر دروازہ میں سے ایک فرقہ بانٹا ہوا ہے۔

سات جہنّم: حُطمہ، جہنم، سعیر، لظیٰ، سقر، جحیم، اور ہاویہ۔

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۝ سَخَّرَھَا عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ (سورہ الحاقہ آیت ۵-۶)

ترجمہ: اور وہ جو عاد تھے سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار چلتی رہی۔

حضرت یوسفؑ جیل خانہ میں سات سال رہے۔ شاہِ مصر نے خواب میں سات گائیں دیکھی تھیں۔ قحط کے سات برس تھے اور ارزانی کے بھی سات سال۔

وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۝

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو کھا جاتی ہیں۔ سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی ہیں (سُوکھی بالیں ہری پر لپٹتی ہیں تاکہ ان کو بھی خشک کر دیں)

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۔۔۔

ترجمہ: یوسفؑ نے کہا تم سات برس جم کر کھیتی کرو گے۔

پھر اس کے بعد سات سال آئیں گے سختی کے، کھا جائیں گے جو تم نے جمع کر رکھا تھا۔

جب حج سے فارغ ہو کر لوٹو تو سات روزے رکھو۔ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (بقرہ آیت ۱۹۵)

نسبتی عورتیں بھی سات حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں۔ حضرت ایوبؑ سات سال دُکھ میں رہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت سات برس کی تھی۔ آخری سردی کے دن سات ہیں، تین پھاگن کے اور چار ماہ چیت کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سات طرح کے آدمی شہید ہیں۔ (۱) جہاد میں مارا جانے والا (۲) طاعون سے مرنے والا (۳) سل سے مرنے والا (۴) ڈوبنے والا (۵) جل کر مرنے والا (۶) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (۷) وضع حمل سے مرنے والی عورت۔

حضرت موسیٰؑ کا طول اس زمانہ کے سات گز کے برابر تھا۔ اور آپ کی لاٹھی کی لمبائی بھی سات گز۔

تھی۔ (غنیۃ الطالبین۔ شب قدر کے فضائل از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں اور قرأتیں بھی سات ہیں۔ ہفتہ کے دن بھی سات ہوتے ہیں۔ قوسِ قزح کے رنگ بھی سات ہیں۔ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی مثال بھی سَبْعَ سَنَابِلَ (سات سٹے) سے دی گئی ہے۔

حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تلقین کی جائے۔ اور جب بچہ سات روز کا ہو جائے تو اس کے بال منڈوائے جائیں۔ اور عقیقہ کیا جائے۔

جب کسی کا شجرہ بیان کیا جاتا ہے تو عام طور پر سات پشتوں تک گنا جاتا ہے۔ فارسی میں بھی ہفت کا عدد مشہور ہے۔ ہفت اقلیم (سات ولائتیں) تعبیرات میں بھی ہفت منزلہ مکان مشہور ہے۔

ثریا بھی سات ستاروں کا جھمکا ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز میں بھی سات رکعتیں ہوتی ہیں۔ تین فرض، دو سنت اور دو نفل۔

کسی برتن میں اگر کتّا منہ ڈالے تو اسے بھی سات دفعہ دھویا جاتا ہے۔ نماز کی تسبیحات میں کلمات کو سات دفعہ بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔

الغرض سات کے عدد میں بے شمار احکام اسلامی مسنون ہیں۔

عقلائے مغرب نے بڑی ہشیاری کے ساتھ ہمارے دل میں "یہ بات اُتار دی ہے کہ فارسی، سنسکرت یا عربی وغیرہ قدیم از کار رفتہ زبانیں ہیں اور دنیا میں اجزائے ضرورت کے لئے بالکل بیکار ہیں"۔ اس لئے جو بام ترقی پر پہنچنا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کا دم بھرنے کے بجائے انگریزی کو اپنائیں۔ چنانچہ صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ: ع

شیطان عربی سے ہے ہند میں بیخوف

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ: ع

لاحول کا ترجمہ کر انگریزی میں

ہمارے نصاب نامہ کی ایک دوسری بڑی عمدہ خصوصیت یہ ہے کہ اس پر عمل آوری کے نتیجہ میں آئے دن "نصاب زیادہ اور قابلیت کم" ہوتی جاتی ہے۔ بہت کچھ پڑھ لکھنے کے بعد بھی نہ طلبہ کی اپنی فکر چلا پا سکتی ہے اور نہ وہ اپنی محدود کتابی معلومات سے ہٹ کر کچھ جانتے ہیں، ان کا حال ایک فونوگراف کا سا ہوتا ہے ؎

طبع او فوٹوگراف است و سرود سبقش

آنچہ بستند بر و نقش ہمہ می گویند

سفرِ پاکستان

مشاہدات و تاثرات

اعجاز احمد قاسمی

مولانا عبیداللہ انور کا فیض

حضرت مولانا عبیداللہ انور کی خدمت میں کئی بار بیٹھنے کا موقع ملا۔ اور محسوس ہوا کہ ماضی اپنے شب و روز کے ساتھ سامنے آ گیا ہے۔ وہی بے تکلفی، وہی سادگی، وہی بزرگانہ لب و لہجہ۔ وہی تبسم، وہی ترنم، وہی تکلم، وہی ترحم، اللہ اللہ زندگی کے یہ صاف شفاف دھارے اپنے راستے کی گرد سے آج تک کس قدر محفوظ ہیں۔ ملاقات کوئی بھی ہو مختصر سے طویل ضرور ہو گئی ہے اور آج تک یہ الفاظ سماع میں گونج رہے ہیں کہ اعجاز سے تو میرا جنم کا تعلق ہے۔ ایک شاعر نے تو یہ کہا تھا ؎

وہی زندگی وہی راستے وہی کارواں وہی مرحلے
مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی ہم نہیں کبھی تم نہیں

لیکن مولانا سے ہر دفعہ مل کر یہ محسوس ہوا کہ وہ پہلے کی طرح آج بھی اپنے اس مقام علم و عمل پر جلوہ گر ہیں اور ایسی باتیں جو شروع ہوں تو ختم کرنے کو جی نہ چاہے۔ اپنے والد صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کلمۂ حق کہنے کی سزا میں پچھلی حکومتوں کے معتوب رہے ہیں اور ایوب حکومت کے دور میں تو آپ شدید مصائب و آلام میں مبتلا رہے۔ اور اس طرح اپنے والد کی سنت کو زندہ کیا ؎

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

مولانا ولی بن ولی اور کریم بن کریم ہیں۔ ان پر ظلم و تعدی ہی ایوب حکومت کے زوال کا باعث ہوا ہے۔ حضرت مولانا کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے اور جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ یہ ہے کہ ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب مسجد شیرانوالہ میں حلقہ ذکر ہوتا ہے جو سلسلہ قادریہ راشدیہ کا معمول ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور خود تشریف لاتے ہیں اور حلقہ ذکر کراتے ہیں۔ لاہور حاضری کے موقع پر اس میں شرکت سے دل و دماغ پر نورانی کیفیات برستی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس میں صرف لاہور ہی کے ارادت مند موجود نہ تھے بلکہ پاکستان کے دور دراز مقامات حتّٰی کہ کراچی تک کے لوگ شریک تھے۔ کافی دیر تک ذکر ہوتا رہا اور پھر بعد میں آیت کریمہ کا ختم ہوا۔ سوا لاکھ پندرہ بیس منٹ میں پورا ہو گیا۔ فوراً ہی عشاء کی نماز ہوئی اور پھر حضرت مولانا نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد دعا کرائی۔ آپ نے عالم اسلام اور تمام حاضرین کے لئے دعا فرمائی۔ خاص طور سے دارالعلوم کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ وہاں آج کل کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر آپس میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے دُور فرمائے اور دارالعلوم کو تمام شرور و فتن سے پاک کر دے ۔۔۔ آپ نے ہندوستان کے علماء کا نام لے لے کر دعا کرائی جن میں خاص طور سے مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا اسعد مدنی صاحب، مولانا علی میاں صاحب، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب، مولانا منظور نعمانی صاحب، مولانا انعام صاحب

اور دیگر حضرات شامل تھے۔ آپ نے مولانا محمد عثمان صاحب کے لئے خاص طور سے دعا فرمائی کہ آج کل وہ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور واپس تشریف لے جا رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو خیریت کے ساتھ پہنچائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین) مادی زندگی کے کرّ و فر اور تجمل و تزئین کے دور میں روحانیت کے فروغ و شیوع اور دلوں میں اس کے پاکیزہ اثرات کے مشاہدے سے ہم لوگ بہت متاثر ہوئے ہم مولانا کے فضل کے معترف تو شروع سے ہیں لیکن یہاں جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے یطمئن قلبی کا مضمون دل میں اتر گیا۔ خدا کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے یہ صحیح جانشین عبیداللہ بھی ہیں اور انور بھی اور اپنے والد گرامی کی مقدس روایات کے رہین بھی وہی مجاہدہ وہی وطنی و ملّی خدمات کا جذبہ اور وہی اصلاح و خدمت کا طریقہ اور وہی درس قرآن پاک اپنے والد کی طرح آپ کا وہی رمضان المبارک میں درس تفسیر قرآن۔ غرض یہ کہ جسم خاکی و فانی لیکن اعمال نورانی اور باقی اس پر مزید مسرت کی بات یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے میاں اجمل قادری صاحب ہیں۔ دوسرے مقامات پر تشریف لے جاتے ہیں اور وعظ و نصیحت اور حلقہ وغیرہ کراتے ہیں کیونکہ حضرت مولانا صحت کی خرابی کی وجہ سے سفر بہت ہی کم کرتے ہیں اور متوسلین اور مریدین میں میاں اجمل صاحب تشریف لے جاتے ہیں اور "من وراء اسحاق و یعقوب" کا مژدہ جانفزا سناتے ہیں مولانا عبیداللہ انور صاحب اکثر اوقات گھر میں ہی رہتے ہیں آپ کا تمام وقت عبادت الٰہی اور تصنیفات و تالیفات میں گذرتا ہے پاکستانی علماء و مشائخ میں آپ کو اہم مقام حاصل ہے اور والد بزرگوار کی طرح آپ سے بہت فیض پہنچ رہا ہے۔ آپ نے ہم تینوں کو اپنی اعلیٰ ہدایا سے مشرف فرمایا۔ جس میں خاص طور سے

حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کا ترجمۃ القرآن شریف شامل ہے جسے ہم نے سرمایہ حیات بنا رکھا ہے اور قلب و روح میں اس کے بلند مضامین جلوہ گر ہو کر کبھی کبھی علامہ اقبال کے اس شعر کا سماں باندھ دیتے ہیں ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

یہ ہم جانتے ہیں کہ "دو محرکات بچے" کی زندگی پر خاص طور پر موثر ہوتے ہیں۔ ایک ماں کا دودھ جو ارثی اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا۔ دوسرے ابتدائی تعلیم جو افتادِ مزاج مرتب کرتی ہے۔ مغرب نے ہم کو بگاڑنے کے واسطے پہلے ان دو محرکات کو اپنے بس میں کر لیا، تاریخ شاہد ہے، کہ اقوام کو بگاڑنے کے لئے یہی اسباب ہیں۔ رُوما کے زوال کے سلسلے میں تاریخ کا یہی اعلان ہے کہ زمانۂ عروج رُوما میں پیدائش سے لیکر ۶ سال تک بچوں کی معلّمہ ان کی ماں ہی ہوا کرتی تھی۔ یہی اپنا دودھ پلا کر بچوں کے اندر زبان، خیالات اور اخلاق کی بنیاد ڈالتی تھی۔ بعد کو جب سلطنتِ رُوما میں گھن لگا، تو اس خرابی کا ایک بڑا سبب یہی بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائی پرورش اور تربیتِ اطفال کا کام راحت دیدہ اور نعمت کشیدہ ماؤں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ بچے پیدا ہوتے ہی رذیل دودھ پلانے والی اناؤں اور (معمولی درجہ کی) معلمات کے حوالے کر دیئے جاتے تھے، اس سے رومیوں کی نئی نسل کی عمارتِ اخلاق ٹیڑھی رہی، اور بالآخر منہدم ہو گئی"۔ (بزم اکبر)

بقول مولانائے رُوم ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا می رَوَد دیوار کج

تعارف و تبصرۂ کتب

تقاریر حضرت شیخ الہندؒ:
مرتب: مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
قیمت: ۲۴/- روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ریلوے روڈ ملتان

دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالبعلم مولانا محمود حسن بقول قطبِ عصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ علم کا کٹھلہ تھے۔ ایک صاحب نسبت بزرگ کے بقول شیخ الہند ان کے نام کا لازمی جزو بن گیا۔ اور بلاشبہ یہ لفظ الہامی ہے علم و معرفت اور جہادِ آزادی کے باب میں آپ کا نام قائدانہ حیثیت سے جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔ جس مادرِ علمی سے آپ نے فیض حاصل کیا اس کی مسندِ صدارت پر ایک عرصہ فائز رہ کر ایسی شخصیات تیار کیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک ادارہ و انجمن کے قائم مقام ہے۔ علم کے مختلف شعبوں میں آپ کی تحریری اور املائی خدمات ایسی ہیں جو بقامت کہتر بقیمت بہتر کا بجا طور پر مصداق ہیں —— علی الخصوص علومِ عالیہ (قرآن و حدیث) میں آپ اُمّت کے تابناک ماضی کے مفسرین و محدثین کی یادگار نظر آتے ہیں —— ہندو پاک میں آج شاید کوئی عالمِ ربانی ہو جو کسی نہ کسی واسطے آپ کا شاگرد نہ ہو اور پھر مختصر تحریری سرمایہ ایسا ہے جو بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے —— زیرِ تبصرہ کتاب آپ کے شاگرد جلیل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی مرحوم کی مرتبہ ہے اور حدیث کی دو اہم ترین کتابوں ترمذی اور ابوداؤد شریف کے مشکل مقامات کا حل انتہائی اختصار و ایجاز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے ذوقِ علمی سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ کی گفتگو کتنی مختصر لیکن پُر مغز اور بامعنی ہوتی ہے۔ اس کتاب میں آپ کو یہی بات نظر آئے گی جو ان کی خداقتِ علمی اور محدثانہ عظمت کی دلیل ہے۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ کی عمر بڑی مختصر ہے، لیکن مقاماتِ مسرّت ہے کہ تھوڑے عرصہ میں اس ادارہ نے بڑی اہم کتابیں چھاپی ہیں جن میں یہ کتاب شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ ہم اس تحفۂ علمی کی اشاعت پر کارکنانِ ادارہ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے اور توقع رکھتے ہیں کہ اہلِ علم اس کی قدر کرینگے۔

کاروانِ احرار:

مجلس احرار اسلام کے نام اور کام سے ہر باشعور شہری واقف ہے۔ اس مجلس کے بہادر، نڈر، حق گو اور ایثار پیشہ رہنماؤں اور ورکروں نے برّصغیر کی آزادی میں جو رول ادا کیا اس کا اعتراف نہ کرنا خطرناک طوطا چشمی ہے —— ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ۳۵ سال بعد تاریخ کو اس انداز سے لکھا گیا کہ حادثاتی طور پر کامیاب ہونے والی ایک جماعت (مسلم لیگ) کے سوا ہر جماعت اور اس کے کارکنوں کی کردار کشی کی گئی اور یہ سلسلہ کسی طرح اب تک جاری ہے۔ باوجودیکہ اس طبقہ کی فحش و فاش غلطیوں کا

خمیازہ ساری قوم بھگت رہی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ ذاتِ پاک ہمیں صحیح شعور نصیب فرماتے ـــــ ایک جماعت کے سوا سب کو دبانے اور ان کی تاریخ کو داغدار کرنے کا سلسلہ اپنی جگہ، لیکن قدرت کا نظام اپنی جگہ ـــــ ومکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین ـــــ قرآنی حقیقت ہے۔ اس قرآنی حقیقت کا اظہار امّتِ مسلمہ ایک عرصہ سے مختلف دوارٗ میں دیکھ رہی ہے اور اب بھی ہم نے دیکھا کہ جنہیں حقیر سمجھ کر بجھانے کی کوشش کی گئی اصلاحِ احوال کے لیے انہیں کی روشنی ناگزیر قرار پائی۔ جانباز مرزا مجلس احرار کے بنیادی ورکر ہیں غریب اور روایتی پڑھت لکھت سے نا آشنا۔ جوانی کا بڑا حصّہ جیل کی نظر ہو گیا، لیکن قُدرت کا اپنا نظام ہے۔ اس بھَلے آدمی سے اللہ تعالیٰ نے تاریخی خدمت اس طرح لی کہ آج کوئی لائبریری اور کوئی تاریخ کا طالب علم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کی معروف کتاب کا چھٹا حصّہ ہمارے سامنے ہے۔ کتاب صرف مجلس احرار کی سرگرمیوں پر مشتمل نہیں بلکہ ایک وسیع الظرف انسان کے طور پر نہ صرف اپنی حلیف جماعتوں کانگریس اور جمعیۃ علماء کا بھرپور ذکر ہے، بلکہ اپنی حریف مُسلم لیگ کا بھی برابر کی سطح پر ذکر ہے۔ گویا ان چار اہم ترین سیاسی جماعتوں کے حوالہ سے گزشتہ نصف صدی کی تاریخ پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ ترتیب سَن وار ہے اور اس جلد میں ۴۵-۱۹۴۴ء کے واقعات قلمبند کیے گئے ہیں۔ یہ سال واقفانِ حال جانتے ہیں بّرِصغیر کی تاریخ میں کتنے اہم تھے مرزا صاحب نے بڑی دیانت داری سے تاریخی حقائق سپردِ قلم کیے ہیں اور بقول ان کے "کاروانِ احرار کا مطالعہ فقط تاریخ کے بیس پر کریں" کہ اس کے بغیر انصاف کے حصول میں دقّت ہو گی۔ ہمارے خیال میں مرزا صاحب اس قوم اور بطور خاص نوجوان نَسل کے مُحسن ہیں۔ وہ نوجوان نَسل جو اپنے رہنماؤں سے اپنی منزلٗ راستے اور ماضی سے متعلق اب تک کچھ جان نہیں سکی اور جسے ہنوز کھلونوں سے بہلانے کی کوشش ہو رہی ہے ـــــ اس کتاب کا مطالعہ تاریخ کے طالب علموں کے لیے ازحد مفید ہو گا اور وہ یادِ ماضی سے بخوبی واقف ہو سکیں گے۔ قیمت -/۴۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ تبصرہ ۴/۷ گُلشن کالونی شادباغ لاہور۔

موت کے ساتھ:

جناب عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

ایک خاص اُسلوب اور ڈھنگ کے اچھے قلمکار ہیں۔ قرآن اورحدیث اور اسلاف کے حالات پر ان کی گہری نظر ہے۔ وہ چیزیں لکھتے ہیں جو بالخصوص انسان کی اُخروی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بن سکتی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اصل مقصد بھی یہی ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں نمائندگان گرامی علیہم السّلام نے جن بنیادی حقائق پر بار بار زور دیا موت ان میں سے ایک ہے۔ اہلِ کفر و ضلالت نے اپنی کج فکری اور بے راہ روی سے جن مسائل کا شدّت سے انکار کیا ان میں ایک موت بھی ہے۔ بہرحال کوئی اس کا اقرار کرے یا انکار اس سے بچ تو کوئی نہیں سکتا۔ جو آیا اسے جانا ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ آدمی اس کا اقرار کر کے مرے کہ اسی میں عافیت ہے۔ کتاب میں موت کے مختلف پہلوؤں پر بڑی خوبصورتی سے بحث کی گئی ہے۔ موت کا فکر رکھنے والوں کے حالات جن سے دل میں گداز پیدا ہو اور سیّدِ کائنات علیہ السلام نیز خلفاء راشدین کی وفات کے مستند حالات، موت اور فکرِ آخرت پر ان کے رقت آمیز خطبات بھی شاملِ کتاب ہیں۔ مادیت گزیدہ دنیا کے لیے کتاب بڑی کارآمد ہے۔ زبان عام فہم، انداز سادہ اور دلنشیں۔

(باقی ۱۸ پر)

ٹیلی فون نمبر ۶۴۹۸۳ | ہفت روزہ خدّام الدّین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۲۴

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | فون نمبر ۶۴۹۸۴

چوتھا ایڈیشن

زیر طبع ہے

هدیہ :

قسم اعلیٰ	قسم اوّل	قسم دوم
۱۵۰/- روپے	۱۲۰/- روپے	۸۵/- روپے

حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ کے شائقین اور تاجر حضرات ۵ ستمبر کے بعد کسی بھی قسم کا آرڈر ارسال فرمائیں۔ تاجر حضرات بذریعہ خط و کتابت اپنے معاملات طے فرمالیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور